ایک حدیث

مومن کا تحفہ

طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے حضورؐ کا ایک ارشاد یوں نقل کیا ہے:

تحفۃ المومن الموت — موت مومن کا تحفہ ہے

دنیا کی سب سے زیادہ بھیانک چیز موت اور اس کا تصور ہے۔ ہر شخص پورے یقین کے ساتھ یہ جانتا ہے کہ موت ضرور آکر رہے گی اور اس سے کسی ذی حیات کو مفر نہیں۔ ایک ملحد بے دین اور دہریہ خدا کے وجود کا منکر ہونے کے باوجود بھی موت کا منکر نہیں ہوتا۔ انکارِ خدا کے ساتھ ہی اسے منکرِ آخرت بھی ہونا پڑتا ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ خدا کے دئے ہوئے اوامر و نواہی کا تعلق مآل، انجام یا آخرت ہی سے ہے۔ منکرِ خدا اپنے آپ کو خدائی اوامر و نواہی کی پابندیوں سے آزاد رکھنا چاہتا ہے اس لئے ان کے عقلی نتائج و انجام سے بھی انکار کر دیتا ہے۔ یوں تو وہ دنیا میں ہر عمل کے نتیجے کو دیکھتا اور جانتا ہے لیکن پوری زندگی کے مجموعی نتیجے ـــــ آخرت اور نئی زندگی ـــــ کو بے معنی اور ناممکن سمجھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ موت کے ساتھ زندگی کے تمام قصے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آگے کچھ نہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود موت کا خوف اس پر بھی طاری رہتا ہے۔ خوشی سے مرنا کوئی چاہتا۔ ہر شخص کی خواہش یہی ہوتی ہے اس چند روزہ حیات میں جتنا بھر بھی اضافہ ہو جائے بہتر ہے۔ کم ہی لوگ ایسے ہیں جو شدید مصائب میں خودکشی کر لیتے ہوں۔ ورنہ انسانی فطرت یہ ہے کہ سخت سے سخت آزمائشوں میں بھی زندگی سے دستبردار ہونے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا اور اسے ایک طرح کی آس لگی ہوتی ہے کہ شاید آیندہ اچھے دن دیکھنے نصیب ہوں۔ اگر یہ آس بالکل ختم ہو جائے جب بھی موت کو خوشی دعوت دینے پر کوئی آمادہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ زندگی سب کو محبوب ہوتی ہے اور موت سے سب ڈرتے ہیں۔ یودّ احدھم لو یعمّر الف سنۃ۔ (ان میں سے بعض کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ ہزار سال کی زندگی ہو)

مرنے والا اگر موت سے خائف نہ بھی ہو تو کم سے یہ ضرور ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کچھ دنیا کی لذتیں ہوتی ہیں جو اسے حاصل ہیں یا جن کے حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے۔ کچھ احباب، اقربا اور ایک خاص سوسائٹی ہوتی ہے۔ کچھ آرزوئیں ہوتی ہیں جن کو وہ بروئے کار لانا چاہتا ہے۔ غرض بہت سی چیزیں اس کے سامنے ایسی آتی ہیں جن کے چھوٹنے کا اسے غم ہوتا ہے اور یہ غم اسے موت کی آغوش میں جانے کی بجائے مزید زندگی کا خواہش مند بنا دیتا ہے۔

غرض یا تو زندگی ختم ہونے کا غم ہوتا ہے یا موت کے آنے کا خوف ہوتا ہے یا دونوں کیفیتیں مخلوط شکل میں ہوتی ہیں اور

انسان کچھ اور زندہ رہنا چاہتا ہے۔

موت کا یہ خوف محض اس لئے ہوتا ہے کہ حیات و موت کے متعلق عموماً صحیح تصور قائم نہیں کیا جاتا۔ زندگی یا وجود درحقیقت ایک ایسا سکّہ ہے جس کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک رُخ وہ ہوتا ہے جسے ہم اس دنیا کی زندگی کہتے ہیں اور دوسرا رُخ وہ ہوتا ہے جو دنیا کی یہ چند روزہ زندگی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس کا نام تو موت ہے لیکن دراصل یہ زندگی ہی کا دوسرا حصّہ ہوتا ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ یہ اگلا ارتقائی قدم ہوتا ہے۔ جب ایک بچہ جوان ہوتا ہے تو اس کا بچپنا مر جاتا ہے لیکن یہی موت ہے جس کے بعد جوانی کی زندگی شروع ہوتی ہے۔ زندگی بچپن بھی تھی اور زندگی شباب بھی ہے۔ لیکن یہ زندگی پہلی زندگی ختم ہونے کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ بس یہی صورت یہاں بھی ہے کہ ایک زندگی کی موت کے بعد ہی دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔ پہلی کا نام دنیا اور دوسری کا نام آخرت ہے۔

اس حقیقت کو جو لوگ سمجھ لیتے ہیں انہیں دنیا کی زندگی ختم ہونے کا کوئی غم نہیں ہوتا مگر نہیں اُخروی زندگی میں محاسبۂ اعمال کا خوف ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک ابتدائی درجہ ہے اور ارتقاء و ایمان کی دلیل ہے۔ لیکن ایک درجہ اس سے بھی بلند تر ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرنے والے کو نہ تو دنیا چھوٹنے کا غم ہوتا ہے نہ اُخروی بازپُرس کا خوف۔ یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کی زندگی مکمل عبدیت میں گزری ہو اور اُمیدِ رحمت ان کا سرمایۂ حیات بن گئی ہو۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو مرنے سے پہلے ہی اپنا مقام دیکھ لیتے ہیں۔ پھر تو وہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ انہیں نہ تو اُخروی بازپُرس کا خوف ہوتا ہے نہ دنیا چھوٹنے کا غم۔ یہ ہوتے ہیں اللہ کے دوست۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

مرنے والے عموماً مرتے وقت واکربا ہ (ہائے تکلیف) کہتے ہیں اور یہ تقاضائے بشریت ہوتا ہے جو نیک و بد سب کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ایک مقام ایسا بھی ہوتا ہے جہاں پہنچنے کے بعد سیدنا بلال رضؓ نے مرتے وقت واکربا ہ کی بجائے واطربا ہ (مزے ہیں مزے) کہہ کر خوشی کا نعرہ لگایا اور اس اظہارِ مسرّت کی وجہ یوں بیان کی کہ:

غداً القی الاحبۃ، محمداً و صحبہ۔ — کل میں اپنے پیاروں سے ملوں گا، محمدؐ اور ان کے رفقاء سے ملوں گا

یہی وہ حقیقت ہے جسے حضورؐ نے یوں ادا فرمایا ہے کہ:

تحفۃ المومن الموت — موت تو مومن کے لئے تحفہ ہے

اگر مومن اُخروی بازپُرس سے خائف ہو تو یہ خوف بھی اس کے ایمان ہی کی دلیل ہے اور موت اس کے لئے بھی تحفہ ہے۔

ایمان کی ایک منزل یہ بھی ہے کہ وہ خوف اور اُمید کی درمیانی کیفیت میں ہوتا ہے۔ بعض اہلِ ایمان کی نزاکتِ احساس اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ اپنی معمولی لغزشیں بھی سامنے آجاتی ہیں۔ اس وقت اگرچہ رحمتِ الٰہی سے مایوس بالکل نہیں ہوتے مگر بعض لغزشوں کا احساس شدّت اختیار کر لیتا ہے اور ان کا دل کچھ دیر خوف و رجا کے درمیان جھولا جھولتا رہتا ہے مگر آخرکار

وہ بھی مرنے سے پہلے اپنا مقام دیکھ کر خوشی سے مسکرانے لگتے ہیں :

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست (اقبالؔ)

بخاری، مسلم، موطا اور نسائی میں ابوقتادہ سے ایک اور ارشادِ نبوی بھی مروی ہے جس کی رُو سے مردِ مومن کی موت اس کے لئے تحفہ ہوتی ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بُرے جب مرتے ہیں تو دنیا کو ان کے شر سے نجات مل جاتی ہے اور جب مومن مرتا ہے دنیا کے شر سے اسے نجات مل جاتی ہے۔ پہلے کو "مستراح منہ" کہا گیا ہے اور دوسرے کو مستریح۔ مطلب یہ ہے کہ مومن اگر اپنی شدّتِ احساس کی وجہ سے خوف و اُمید کی درمیانی کیفیت میں اٹکا ہو یا بظاہر وہ اپنا مقام مرنے سے پہلے نہ بھی دیکھ سکا ہو تو اس کی موت بھی اس کے لئے تحفہ ہی ہوتی ہے۔

اس زیرِ نظر حدیث میں موت کی ایک ایسی اعلیٰ قدر اور ایسا ارفع تصوّر دیا گیا ہے جس پر یقین و ایمان ہونے کے بعد زندگی اور موت دونوں کی قدریں بدل جاتی ہیں۔ (...... ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین) تو اس کے لئے اس کی زندگی بھی نعمت ہے اور موت بھی تحفہ ہے۔

ریاض السنۃ
مصنفہ محمد جعفر ندوی

یہ کتاب ان احادیث کا انتخاب ہے جو بلند حکمتوں، اعلیٰ اخلاقیات اور زندگی کو آگے بڑھانے والی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ صفحات ۵۵۶ قیمت دس روپے۔

مقامِ سنّت
مصنفہ محمد جعفر ندوی

وحی کیا چیز ہے؟ اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ حدیث کا کیا مقام ہے؟ اتباعِ حدیث کا کیا مقام ہے، اتباعِ حدیث کا ضروری ہے یا سنت کا؟ مسائل حدیث میں کہاں تک ردوبدل ہو سکتا ہے؟ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲/۶ روپے۔

سکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور

طابع و ناشر۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم — مطبوعہ۔ حیات اسلام پریس لاہور — مقامِ اشاعت: ۲۔ کلب روڈ لاہور